ختم نبوت

کورس

موضوع

عقیدہ ختم نبوت

سبق نمبر 14

عنوان

عقیدہ رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام قرآنِ پاک کی نظر میں

انوارِ ختم نبوت ٹرسٹ پاکستان

زیرِ نگرانی

انٹرنیشنل ختم نبوۃ موومنٹ پاکستان

سبق نمبر 14 کا خلاصہ :

(1) گزشتہ سبق میں ہم نے مرزا قادیانی کی تحریرات از روئے قرآن، احادیث اور اجماع امت سے، عقیدہ رفع ونزول ثابت کیا۔ اس سبق میں قرآنی دلائل سے اس عقیدہ کا بدرجہ اتم اثبات واظہار کریں گے۔

(2) لفظ ''توفی'' سے مرزائی حضرات سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے مختصراہل لغت سے اس کے معنی کو بیان کریں گے۔

(3) دوحوالے مزید ایٹم بم کے عنوان سے ایسے ذکر کریں گے جن میں مرزا قادیانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر مانا ہے۔

(4) لفظ ''بل'' جو کہ ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ'' میں ہے، اس پر بحث ملاحظہ کریں گے۔

دلائل اثبات رفع ونزول از روئے قرآن مجید

آیت نمبر 1:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ (آل عمران:54)

ترجمہ: اور ان کافروں نے (عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف) خفیہ تدبیر کی، اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

طرز استدلال:

یہود نامسعود کی تدبیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی تھی اور انہوں نے آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کی پوری کوشش کی جس کا اللہ تعالیٰ نے ''وَمَكَرُوْا'' میں ذکر فرمایا ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر کا ذکر فرمایا اور اپنی تدبیر کو بہتر بنایا ان کی تدبیر ناکام ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب ہوگئی، چنانچہ ''یہوداہ اسکریوتی'' جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھا، تیس روپے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پڑھانے کے لیے اس مکان میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں تبدیل کر دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی کمال قدرت سے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں

سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو میری جگہ گرفتاری پیش کرے ایسا کرنے والے کے لیے میں جنت کا ضامن ہوں۔ ''یہوداہ اسکریوتی'' نے اپنے آپ کو عیسٰی علیہ السلام کی جگہ پیش کیا اور وہ سولی پر لٹکا دیا گیا جبکہ عیسٰی علیہ السلام ملائکہ کے ذریعہ انسانوں پر تشریف لے گئے۔ دونوں اقوال میں سے جو قول بھی معتبر مانا جائے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رفع ہر صورت ثابت ہے۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر تمام مفسرین نے یہی بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس تدبیر کا ذکر کیا ہے۔ کوئی ایک مفسر و مجدد پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے یہاں پر عیسائیوں اور مرزائیوں کی تدبیر بیان کی ہو۔

نکتہ:

''مکر'' کہتے ہیں لطیف خفیہ تدبیر کو۔ اگر اچھے مقصد کے لیے ہو تو اچھا ہے اور برائی کے لیے ہو تو برا ہے۔ اسی لیے ''وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ''(فاطر43:) میں مکر کے ساتھ ''السَّيِّءُ'' کی قید لگائی ہے اور یہاں خدا تعالیٰ کو ''خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ'' کہا۔ مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں حتی کہ بادشاہ کے کان بھر دیے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے تو رات کو بدلنا چاہتا ہے، سب کو بد دین بنا کر چھوڑے گا۔ اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا، اُدھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی لطیف اور خفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی جس کا آگے ذکر آئے گا۔ بے شک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے جسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔

(تفسیر عثمانی از علامہ شبیر احمد عثمانی صفحہ:71)

آیت نمبر2:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (آل عمران:55)

ترجمہ: (اس کی تدبیر اس وقت سامنے آئی) جب اللہ نے کہا تھا کہ ''اے عیسیٰ! میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا، اور تمہیں اپنی طرف اٹھا لوں گا، اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان (کی

سے تمہیں پاک کر(پیڈوا) گا۔ اور جن لوگوں نے تمہاری اتباع کی ہے، ان کو قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا، جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔

یہ آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع جسمانی کی واضح دلیل ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تدبیر کے بالمقابل عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تسلی دی جب یہود ان کے گھر کا گھیراؤ کر چکے تھے۔ اور ان کو گرفتار اور قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ چار وعدے فرمائے ہیں:

1۔ یہ کہ تمہیں اپنے قبضے میں لوں گا، یہودی گرفتار یا قتل نہیں کرسکیں گے۔
2۔ قبضے کی صورت یہ ہے کہ تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔
3۔ کفار یعنی یہود کے ناپاک ہاتھوں سے تمہیں پاک رکھوں گا۔
4۔ تیرے متبعین کو تیرے دشمنوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

یہ چار وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کیے جب یہود نامسعود آپ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ تیار کر چکے تھے۔ یہاں پر ''رَافِعُكَ'' میں جو رفع کا وعدہ ہے وہ باتفاق تمام مجددین ومفسرین رفع جسمانی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب سے قبل جس قدر مجددین گذرے ہیں کوئی ایک مجدد بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جس نے یہاں رفع سے مراد رفع درجات یا رفع روحانی کیا ہو البتہ ''مُتَــوَفِّيْكَ'' کے معنی میں علماء کرام کی دو رائے ہیں۔ اکثر علماء نے اس کا معنی ''پورا پورا لینا'' کا کیا ہے یعنی جسد مع الروح کیونکہ یہی ''تَـوَفّـِی'' کا حقیقی معنی ہے۔ بعض علماء نے ''مُتَــوَفِّيْكَ'' کا معنی ''مُـمِيْتُكَ'' لیا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے لیکن یہ معنی ہمارے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ جن حضرات نے ''توفی'' کا معنی موت کا کیا ہے وہ اس میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں یعنی

مُمِيْتُكَ فِيْ وَقْتِكَ بَعْدَ النُّزُوْلِ مِنَ السَّمَآءِ وَرَافِعُكَ الْآنْ

(تفسیر المدارک مصری بہامشہ تفسیر خازن جلد 1، صفحہ 234، تفسیر ابی سعود مصری بہامشہ تفسیر کبیر جلد 2، صفحہ 420)

یعنی اب تو تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آسمان سے اترنے کے بعد تیری موت کے وقت تجھے ماروں گا۔

اعتراض:

مرزا قادیانی کے پاس جب کوئی جواب نہ بن آیا نہایت جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہتا ہے کہ واؤ ترتیب کے لیے ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب کو الٹنا یہ مسلمان کا کام نہیں ہے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا۔ وہ صحیح ترتیب سے کلام فرما دیتے۔ اے مسلمان مولویو! تمہیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں تغیر و تبدّل کرنے سے شرم نہیں آتی۔

(مفہوم ازالہ اوہام، روحانی خزائن: جلد 3، صفحہ 422)

جواب نمبر1:

تمام علماءِ نحو اس بات پر متفق ہیں کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہوتی بلکہ مطلق جمع کے لیے ہوتی ہے بخلاف ثم اور فاء کے۔ شرح مائۃ عامل کا طالب علم بھی اس سے آگاہ ہے۔

جواب نمبر2:

قرآن مجید میں اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہوتی، جیسا کہ حضرت مریمؑ کو فرمایا:

”وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ“ (آل عمران:43)

ترجمہ: ”اور سجدہ کیا کر اور رکوع کیا کر۔

”فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى“ (النازعات:25)

ترجمہ: ”پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔

جواب نمبر3:

اس پوری آیت میں مرزائیوں کے نزدیک بھی ترتیب ٹھیک نہیں ہے کیونکہ مرزائیوں کی تفسیر کے مطابق آیت کا معنی یوں ہوگا: ”اے عیسیٰ میں تجھے پہلے موت دینے والا ہوں اس کے بعد تیرا روحانی رفع یا رفع درجات کروں گا اس کے بعد تجھے کافروں سے پاک کروں گا اور اس کے بعد تیرے متبعین کو تیرے دشمنوں پر غالب کروں گا۔“

اب مرزائیوں کے خیال کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کشمیر کی طرف ہجرت کرنے کے بعد واقعہ صلیب سے 87 سال بعد کشمیر میں ہوئی تو اب ''مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا'' (میں تجھے کافروں سے پاک کروں گا) پہلے ہوگیا اور وفات اور رفع 87 برس بعد 120 یا 125 یا 130 سال کی عمر میں ہوا جس سے معلوم ہوا کہ ترتیب مرزائیوں کے نزدیک بھی قائم نہ رہی واقعہ کے طور پر تطہیر پہلے ہوئی اور اس کے بعد وفات پر رفع اور پھر غلبہ۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

جواب نمبر 4:

کئی ایک مفسرین نے یہاں ترتیب کو الٹ کر تفسیر کیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

جواب نمبر 5:

عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق افراط کا شکار ہوئے اور انہیں الٰہ تک بنا دیا اور یہود تفریط کے قائل ہوئے تو درجہ نبوت سے بھی نیچے گرا دیا۔ خدا تعالیٰ کو دونوں کی تردید کرنا مقصود تھی۔ عیسائیوں نے شرک کیا تھا اور یہود نے گستاخیِ رسول، چونکہ شرک بہرحال گستاخیِ رسول سے بڑا جرم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کی تردید کی لفظ ''مُتَوَفِّيْكَ'' سے کہ میں تجھے موت دوں گا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ جس پر موت آتی ہے وہ الٰہ اور معبود نہیں ہوسکتا اس کے بعد یہود کی تردید ''وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ'' سے کی یعنی تم نے میرے رسول کی شان میں کمی کی میں نے تو ان کو اوپر اٹھا لیا اور اوپر اٹھانے سے ان کی رفعت شان ظاہر ہوئی۔

بحث لفظ ''توفّی''

اس لفظ کا مادہ ہے ''وَفٰی'' یعنی جب یہ مادہ باب تفعّل میں چلا جائے تو اس کے حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہوں گے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''أَتَوَفَّيْتَ الثَّمَنَ؟''
(صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ، حدیث نمبر 4101 طبع مکتبۃ البشری کراچی)

ترجمہ: ''کیا تم نے قیمت پوری وصول کر لی؟''

ہاں البتہ اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو مجازاً موت اور نیند کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

''وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ'' (الانعام:60)

ترجمہ: اور وہی ہے جو رات کے وقت نیند کی حالت میں تمہاری روح قبض کر لیتا ہے۔ اسی طرح:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا۔ (الزمر:42)

ترجمہ: ''اللہ تمام روحوں کو اُن کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے، اور جن کو بھی موت نہیں آئی ہوتی، ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں قبض کر لیتا ہے۔''

یہ آیات اس بات کی صرت دلیل ہیں کہ ''توفی'' کا حقیقی معنی موت نہیں ہے اگر اس کا حقیقی معنی موت ہوتا تو موت اور ''توفی'' کا تقابل درست نہ تھا۔ یہاں آیت میں ''توفی'' کے ساتھ موت اور عدم موت دونوں جمع ہو رہی ہیں۔

''تَوَفّٰی'' کا معنی از کتب سلف:

1)۔ ''توفی'' کا لغوی معنی

توفی المیت استیفاء مدة التی و فیئت له وعدد ایامه و شهوره و عوامه فی الدنیا

ترجمہ: میت کے ''توفی'' کے معنی یہ ہے کہ اس کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو پورا کر دینا)

(لسان العرب: صفحہ 359 جلد 15)

مثلاً:

کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال ہو گیا۔ وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو

موت کے لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لیے بجائے موت کے لفظِ وصال اور انتقال استعمال ہوتا ہے یعنی اپنے رب سے جا ملے اور دارِ فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرمایا اور کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو اس استعمال سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی معنی موت کے ہیں؟ ہر گز نہیں بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء یعنی پورا پورا وصول کر لینا اور کمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف و تکریم کسی کی موت کو ''توفی'' کے لفظ سے کنایتاً تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ جس سے مرزائی حضرات یہ سمجھ گئے کہ ''توفی'' کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

2) **مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ ای علی التقدیم والتاخیر وقدیکون الوفات قبضا لیس بموت۔** (مجمع البحار۔ صفحہ 454 جلد 2، منقول از عسل مصفی: جلد 1، صفحہ 244)

ترجمہ: ''**مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ**'' مقدم ومؤخر ہیں اور لفظ ''وفات'' قبضہ (بھر لینا) یعنی پورا پورا لے لینے کے معنی میں ہوتا ہے نہ کہ موت کے (معنی میں)۔''

3) **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ التوفی اخذ الشیئ وافیا والموت نوع منه**

ترجمہ: ''توفی'' کا معنی کسی شئے کا پورا لے لینا اور موت بھی اس کی ایک قسم ہے۔
(تفسیر صافی جلد 1، منقول از عسل مصفی جلد 1، صفحہ 263)

4) **یستعمل التوفی فی أخذ الشئ وافیا کاملا والموت نوع منه**

ترجمہ: ''توفی'' کسی چیز کے پورا لینے کے وقت استعمال ہوتا ہے اور موت بھی اس کی ایک قسم ہے۔ (حاشیہ شیخ احمد صاوی مالکی علی جلالین صفحہ 315 منقول از عسل مصفی: جلد 1، صفحہ 263)

''تَوَفّٰی'' کے معنی پر مرزا قادیانی کا چیلنج

حوالہ نمبر 1:

اور علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ ''توفی'' کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ ''توفی'' کے معنی مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں۔
(تحفہ گولڑویہ 45۔ روحانی خزائن: جلد 17، صفحہ 162)

جواب نمبر 1:

جاہل مطلق مرزا قادیانی کو یہ بھی علم نہیں کہ لفظ کے معنی کی بحث ''علم النحو'' میں ہوتی ہے یا ''علم لغت'' میں۔ یہ مرزا قادیانی کا من گھڑت قاعدہ ہے، کسی امام لغت نے یہ قاعدہ تحریر نہیں کیا۔ اگر کوئی قادیانی کسی امام لغت سے یہ قاعدہ دکھادے تو ہم اسے دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

جواب نمبر 2:

مرزا کا یہ من گھڑت قاعدہ اس کی اپنی تحریر سے ٹوٹ رہا ہے۔

الف:۔ براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 520 درحاشیہ روحانی خزائن: جلد 1، صفحہ 620 میں ''مُتَوَفِّيكَ'' کا معنی لکھا ہے ''میں تجھے پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔''

ب:۔ براہین احمدیہ کا وہ الہام یعنی ''يَا عِيسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ'' جو سترہ (17) برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنی کھلے ہیں یعنی یہ الہام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت بطور تسلی ہوا تھا جب یہود ان کو مصلوب کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور اس جگہ بجائے یہود، ہنود کوشش کر رہے ہیں اور الہام کے یہ معنے ہیں کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔ (سراج منیر حاشیہ صفحہ 61۔ روحانی خزائن: جلد 12، صفحہ 23)

جواب نمبر 3:

قرآن مجید کی آیات میں قادیانی شرط پائی جاتی ہے لیکن لفظ اللہ فاعل اور ذی روح مفعول ہے مگر اس کا معنی موت نہیں ہے۔ مثلاً

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ:281)

ترجمہ: پھر ہر ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا ہے پورا پورا دیا جائے گا، اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (آل عمران:185)

ترجمہ: اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔

ہمارا چیلنج

ہمارا دعوی ہے کہ اگر ''توَفّی'' باب تفعُّل سے ہو، اللہ اس میں فاعل ہو اور ایسا ذی روح اس کا مفعول ہو جو بن باپ پیدا ہوا ہو، وہاں پر ''توَفّی'' کا معنی پورا پورا لینا اور اٹھانا ہوگا موت کا معنی نہیں ہے۔ کوئی مرزائی مرد میدان ہے جو ہمارے اس قاعدے کو توڑ کر منہ مانگا انعام حاصل کرے اگر مرزائی کہیں کہ آپ کا یہ قاعدہ کہاں لکھا ہوا ہے تو جواب یہ ہے کہ ''علم النحو'' کی جس کتاب میں مرزا کا قاعدہ لکھا ہوا ہے۔ اسی کتاب میں ساتھ یہ بھی لکھا ہوا ہے۔

آیت نمبر 3:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

(النساء:158,157)

ترجمہ: اور یہ کہا کہ ''ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں ہے، اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسی (علیہ السلام) کو قتل نہیں کر پائے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھا لیا تھا اور اللہ بڑا صاحب اقتدار، بڑا حکمت والا ہے۔''

قادیانیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ'' بلکہ اللہ تعالی نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا''۔ (فصل الخطاب برحاشیہ صفحہ 314)

یہ آیت بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع جسمانی اور حیات کی صرت دلیل ہے۔

نکتہ:

یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کا فعل واقع نہیں ہوا تھا کہ یہ

محض ان کا ایک جھوٹا دعوی تھا، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کے ملعون ہونے کے من جملہ اسباب میں سے ان کے اس قول کو لعنتی ہونے کا بتایا ہے نہ کہ فعل کو اس لیے ''وَقَتْلِهِمْ'' نہیں فرمایا بلکہ ''وَقَوْلِهِمْ'' فرمایا۔

مرزائی عذر

اس آیت میں رفع سے مراد رفع روحانی اور رفع درجات ہے کیونکہ یہودیوں کے نزدیک صلیب کی موت لعنتی شمار ہوتی ہے تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے جواب میں فرمایا کہ وہ ان کو ذلیل نہیں کر سکے بلکہ ہم نے ان کے درجات بلند کر دیے۔

جواب نمبر1:

یہ غلط، بالکل غلط ہے ہم پورے دعوی سے کہتے ہیں بلکہ ہمارا امت مرزائیہ کو بیان ہے کہ مرزا قادیانی سے پہلے تیرہ صدیوں کے مسلّمہ بین الفریقین جس قدر مجدد اور مفسر گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی یہاں رفع سے مراد رفع درجات یا روحانی رفع نہیں لیا سب نے بالاتفاق یہاں رفع سے مراد اسی جسم عنصری سے آسمانوں پر اٹھایا جانا مراد لیا ہے۔

''ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین''

جواب نمبر2:

یہ تمہارا مفروضہ کہ صلیب کی موت لعنتی موت ہوتی ہے سراسر غلط اور یہودیانہ نظریہ ہے۔ اول یہ ہے کہ اس کا دارومدار بائبل پر ہے جو محرف ہے دوم اس لیے کہ انہوں نے اپنے رائج طریقہ سے کئی ایک انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ'' (آل عمران:112)

ترجمہ: اور وہ انبیاء کو ناحق مار ڈالتے تھے

اور یہ ظاہر ہے کہ ان انبیاء کو جنہیں وہ برحق نہیں مانتے تھے اپنے رائج طریقہ یعنی صلیب کے ذریعہ ختم کرتے تھے یعنی قتل کرتے تھے تو وہاں اللہ تعالی نے ان کا رفع کیوں نہیں بیان کیا بلکہ ان کے رفع کا ذکر تک بھی نہیں کیا جبکہ ان کا قتل وقوع میں آچکا ہے اور یہ قتل وقوع میں بھی نہیں آیا محض یہودیوں کا قتل کا قول ہے۔

جواب نمبر 3:

یہاں رفع روحانی اس لیے بھی نہیں ہوسکتا کہ یہاں پر چار جگہ واحد مذکر غائب کی ضمیر آئی ہے جن میں تین ضمیروں کا مرجع بالاتفاق عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جسد مع الروح ہے ان ضمیروں کا مرجع نہ صرف جسد ہے اور نہ صرف روح کیونکہ قتل اور صلیب کا فعل تبھی واقع ہوسکتا ہے جب جسد اور روح اکٹھے ہوں تو لامحالہ رفع کی ضمیر کا مرجع بھی جسد مع الروح ہی ہوگا نہ کہ فقط روح نیز یہاں پر **كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا** کا جملہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہاں رفع جسمانی ہی ہے ورنہ رفع روحانی کے لیے ان صفات کے لانے کی ضرورت نہیں تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں زائد جملہ ہوجائے گا۔

مرزائی دھوکہ:

مرزائی اور امت مرزائی کا یہ عقیدہ ہے کہ اجسام کا آسمانوں کی طرف جانا ممکن نہیں۔

1) وجوہات یہ بیان کرتے ہیں کہ زمین سے چند کلومیٹر اوپر ہی ہوا کا تناسب ختم ہوجاتا ہے جو کہ جاندار کے لیے انتہائی ضروری چیز ہے۔

2) پھر آگے کرّوں کے علاقے شروع ہوجاتے ہیں کہ کرہ زمہریر ہے جو کہ اجسام میں انجماد پیدا کر کے جسم کو جما دیتا ہے۔

3) پھر کرہ ناریہ ہے۔ اجسام اگر وہاں جائیں تو جل کر بھسم ہوجاتے ہیں۔

4) آسمان تو ایک چھت ہے، اس میں سے آگے اوپر کیسے جاسکتے ہیں۔ اس سے تو فرق والتیام (پھٹنا) لازم آتا ہے، لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر آسمان پر کسی جسم کا جانا ممکن نہیں ہے، لہٰذا کوئی بھی نہیں جاسکتا۔

5) اس لیے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مشرکین نے کہا کہ آپ آسمانوں پر جائیں تب ہم آپ پر ایمان لائیں گے ... الخ۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (میں تو صرف بشر رسول ہوں)

(بنی اسرائیل:93)

جواب 1:

یہ ساری بحث تو اس وقت وُقعت کی حامل مانی جانے کے لائق ہوگی جبکہ ہمارا (یعنی مسلمانان اسلام) کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام خود آسمان پر چلے گئے۔ جبکہ کسی محدث یا مفسر، مؤرخ یا عالم دین نے یہ نہیں کہا کہ خود آسمان پر چلے گئے، بلکہ ہم تو حکمِ رحمٰن بزبان قرآن لوگوں کو بتاتے ہیں۔

بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا ہے تو وہ خالق کائنات جس نے یہ نظام یہ کرّے پیدا کیے، اس نے اٹھایا ہے تو وہ قادر ہے۔

جواب 2:

1) یہ کہنا کہ رفع اجساد الی السماء ممکن نہیں، یہ تو بالکل غلط ہے۔ قرآن واحادیث بلکہ آپ بھی اگر سلیم العقل ہوں مانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتارے گئے (ان کے لیے بتاؤ یہ رکاوٹیں آڑ نہیں) اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام زمین سے آسمانوں پر پہنچا سکتے کیونکہ قرآن نے حضرت عیسی علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ ہیں، **اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِندَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ**۔ ہر خرق عادت امر میں خواہ پیدائش ہو یا رفع ونزول۔

2) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر انسانوں بلکہ ان سے بھی اوپر تشریف لے جا سکتے ہیں اور پھر دوبارہ واپس آسکتے ہیں جو کہ قطعی عقیدہ ہے۔ قرآن سے ثابت ہے تو حضرت عیسی علیہ السلام بھی اسی طرح جا اور آسکتے ہیں۔

3) روزانہ فرشتوں کا قیامت تک دو وقت فجر اور عصر میں آسمانوں سے آنا جانا یہ بات بتاتا ہے کہ اجسام کے لیے آسانوں پر آنا جانا ممکن ہے۔ جس طرح ملائکہ آجا سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع ونزول نہ ہو سکے۔

4) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا اور غسل ملائکہ کے بعد صحیح سلامت واپس آنا بتاتا ہے کہ کُرے (امر الٰہی کے سامنے کچھ نہیں اور) اجسام کے رفع الی السماء کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

5) ہزار ہا پرندے زمین سے کئی کلومیٹر اوپر آسمانوں کی بلندیوں میں پرواز کرتے ہیں۔

فِی جَوِّ السَّمَاءِ مَا یُمۡسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ۔

تو کیا حضرت عیسی علیہ اسلام کے لیے اتنا بھی نہیں؟ لہذا یہ کہنا کہ اجسام کا رفع الی السماء ممکن ہے ممتنع قطعاً نہیں۔

جواب 3:

عیسی علیہ السلام اسی طرح چلے گئے جیسے موسی علیہ السلام چلے گئے۔

(بحوالہ نور الحق صفحہ 51 روحانی خزائن: جلد 8، صفحہ 68 ,69) ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایٹم بم نمبر 1

''ھذا ھو موسی فتی اللہ الذی أشار اللہ فی کتابہ الی حیاتہ و فرض علینا ان نؤمن انہ حق فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین''۔

ترجمہ: ''یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے، اور مردوں میں سے نہیں۔''

(ترجمہ مرزا قادیانی بقلم خود، نور الحق صفحہ 50 روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 69,68)

مرزائی اعتراض:

مرزائی عموماً اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہاں ''**حَیٌّ فِی السَّمَاءِ**'' سے مراد روحانی حیات ہے اور آگے ''لَمۡ یَمُتۡ'' سے نفی روحانی کی ہو رہی ہے۔

جواب نمبر 1:

کیا کوئی شخص ان کی روحانی موت کا قائل ہے جس کو مرزا ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ روحانی حیات تو کفار کو بھی حاصل ہے۔

جواب نمبر 2: ۔

آگے اسی حوالہ میں مرزا نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا حضرت عیسی علیہ السلام سے تقابل کیا ہے کہ موسی علیہ السلام تو بے شک زندہ ہیں مگر عیسی علیہ السلام کے بارے میں ہمیں

آیات سے ثبوت ملتا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں جس طرح کہ آگے حوالہ میں مذکور ہے'' **ولا تجد مثل هذه الايات فى شان عيسىٰ**'' یعنی'' اور تو اس قسم کی آیات عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نہیں پائے گا۔'' اس تقابل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عیسی پر روحانی موت آ گئی حالانکہ روحانی موت کسی پر بھی واقع نہیں ہوتی تقابل تب ہی درست بن سکتا ہے جبکہ موسیٰ کی جسمانی حیات مراد لی جائے۔

ایٹم بم حوالہ نمبر 2

''**بل حياة كليم اللّٰه ثابت بنص القرآن الكريم الا تقرئ فى القرآن ما قال اللّٰه تعالىٰ عزوجل ولاتكن مرء ة من لقائه، وانت تعلم ان هذه الآية نزلت فى موسى فهى دليل صريح على حياة موسى عليه السلام لانه لقى رسول الله ﷺ والاموات لايلاقون الاحياء ولاتجد مثل هذه الآيات فى شان عيسى عليه اسلام نعم جاء ذكر وفاته فى مقامات شتى فتبد فان الله يحب المتدبرين**'' (حمامۃ البشری صفحہ صفحہ 35۔ روحانی خزائن: جلد 7، صفحہ 221)

ترجمہ: بلکہ کلیم اللہ کی حیات تو نص قرآن کریم سے ثابت ہے کیا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان فَلَا تَكُنْ فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ کہ تو اس کی ملاقات کے بارہ میں شک نہ کر۔ (السجدۃ:24) نہیں پڑھتا اور تو جانتا ہے کہ یہ آیت (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اتری ہے۔ پس یہ موسی علیہ السلام کی زندگی پر ایک واضح دلیل ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملے اور مردے زندوں سے نہیں ملتے اور تو اس قسم کی آیات عیسی علیہ السلام کی شان میں نہیں پائے گا۔ ہاں البتہ ان کی وفات کا ذکر متفرق مقامات پر آیا ہے۔ پس تدبر کر، کیونکہ اللہ تدبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

جواب نمبر 2:

یہاں پر بحث جانے کی نہیں بلکہ لیجانے کی ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام تو کیا کوئی نبی بھی آسمانوں پر نہیں جا سکتا، سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ لے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے زیادہ سے زیادہ اس جواب میں اپنی بشریت کے اقرار میں خود جانے کی

نفی کی ہے نہ کہ اللہ تعالی کے لے جانے کی۔ دوسری جگہ اللہ تعالی حضور اکرم ﷺ کے لے جانے کا ذکر فرماتے ہیں: سُبْحٰنَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ.... الخ

مرزائی اعتراض:

آیت مذکورہ میں ''بل'' ابطالیہ مراد لیا بالکل غلط ہے کیونکہ قرآن مجید کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں ''بَل'' ابطالیہ نہیں آ سکتا۔

جواب:

جن نحویوں نے یہ بات کہی ہے انہوں نے اس بات کی بھی تصریح کر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کفار کا قول نقل کریں تو ان کی تردید میں ''بل'' ابطالیہ آتا ہے جیسا کہ احمدیہ پاکٹ بک والے مرزائی نے خود لکھا ہے

(دیکھئے احمدیہ پاکٹ بک صفحہ 373، مکمل تبلیغی پاکٹ بک، صفحہ 206, 207)

قرآن مجید میں کئی مقامات پر ''بَل'' ابطالیہ استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔

(البقرہ:116)

ترجمہ: ''اور یہ لوگ کہتے ہیں اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہوا ہے، (حالانکہ) اس کی ذات (اس قسم کی چیزوں سے) پاک ہے، بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں''۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ (الانبیاء:26)

ترجمہ: ''اور یہ لوگ کہتے ہیں خدائے رحمٰن (فرشتوں کی شکل میں) اولاد رکھتا ہے'' سبحان اللہ! (فرشت تو اللہ کے) بندے ہیں، جنہیں عزت بخشی گئی ہے''۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔ (السجدہ:3)

ترجمہ: ''کیا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ نہیں! (اے پیغمبر!) یہ وہ حق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے''۔

فائدہ:

''بل'' ابطالیہ یا اضرابیہ جس کلام میں آتا ہے اس میں ''بل'' کے ماقبل اور مابعد والے مضمون میں منافات (یعنی دونو جملے آپس میں متضاد ہوتے ہیں) ہوتی ہے ورنہ بل ابطالیہ بے سود ہے اب متنازعہ فیہ آیت میں اس کے مابعد سے اگر رفع درجات مراد لیا جائے تو اس کی ماقبل سے منافات نہیں ہاں رفع حیًا اور قتل میں منافات ہے۔

مرزائی اعتراض:

''اِلَیۡہِ'' سے آسمان مراد لینا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ۔ (البقرہ:115)

ترجمہ: پس جدھر کو منہ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

وَھُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰہٌ۔ (الزخرف:84)

ترجمہ: ''اور اللہ ہی کی ذات ہے جو زمینوں میں بھی معبود ہے اور آسمانوں میں بھی معبود ہے''۔

جواب نمبر1:

اِلَیۡہِ سے مراد الی السماء ہے جیسا کہ مرزا صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ: ''ہر ایک اپنے درجہ کے موافق آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور اپنے قرب کے انداز کے موافق رفع سے حصہ لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی روح اگرچہ دنیوی حیات کے زمانہ میں زمین پر ہو مگر پھر بھی اس آسمان سے اس کا تعلق ہوتا ہے جو اس کی روح کیلئے حد رفع ٹھہرایا گیا ہے اور موت کے بعد وہ روح اس آسان میں جا ٹھہرایا ہے جو اس کے لیے حد رفع مقرر کیا گیا ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 345 روحانی خزائن: جلد3، صفحہ 276)

اب اس حوالہ سے ثابت ہو گیا کہ اِلَیۡہِ سے مراد آسمان ہے لہذا حد رفع میں قادیانیوں کا اور ہمارا کوئی اختلاف نہ ہوا بلکہ اختلاف مرفوع شے میں ہے کہ اٹھائی کون سی چیز گئی ہے فقط روح یا جسد مع الروح۔ اس کا جواب ''بل'' ابطالیہ میں موجود ہے کیونکہ ''بل'' کے ماقبل اور

بعد میں ضدیت ہے اور ضدیت کے لیے وحدت زمانی ضروری ہے لہذا عدم موت اور رفع کا زمانہ بھی ایک ہونا چاہیے اور آپ کے نزدیک عدم موت اور رفع کے درمیان 87 برس کا طویل فاصلہ ہے۔

جواب نمبر2:

اصل بات یہ ہے کہ بلندی کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنی طرف کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند اور ارفع ہے جیسا کہ فرمایا ''اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ''۔ (فاطر:10)

ترجمہ: اچھا کلمہ اسی کی طرف چڑھتا ہے یہاں بھی اِلَیْهِ سے مراد آسمان ہی ہے۔

جواب نمبر3:

قرآن خود گواہی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے:

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ۔ (الملک:16)

ترجمہ: کیا تم نڈر ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ تم سب کو زمین میں دھنسا دے۔

جواب نمبر4:

مرزا کا الہام ہے:

فرزند دلبند گرامی ارجمند — مظہر الاول والاخر

مظہر الحق والعلاء — کان اللہ نزل من السماء

ترجمہ: فرزند دلبند گرائی، بزرگ اور اقبال مند حق، اور رفعت کا مظہر۔ گویا کہ خدا آسمان سے اتر آیا ہے۔

(تذکرہ طبع سوم 1969ء صفحہ 139، طبع چہارم 2004ء صفحہ 110
مثلہ ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 156 روحانی خزائن: جلد 3، صفحہ 180)

اس الہام سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے۔

جواب نمبر5:

خود مرزا کا قول ہے:

ا لا یعلمون أن المسیح ینزل من المساء بجمیع علومه۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 409۔روحانی خزائن: جلد5،صفحہ 409)

ترجمہ: کیا لوگ نہیں جانتے کہ مسیح آسمان سے تمام علوم کے ساتھ اتریں گے۔

مشق سبق نمبر14:

(1) اللہ نے حضرت عیسی علیہ السلام سے چار کون کون سے وعدے فرمائے۔

(2) لفظ توفی کا معنی اہل لغت واہل لسان کے نزدیک کیا ہے۔

(3) وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ،لفظ مکر کی وضاحت کریں

(4) لفظ ''توفی''پر مرزا قادیانی کا قاعدہ کیا ہے اور ہمارا کیا ہے؟

(5) وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ.....الخ مکمل آیت میں موجود 6 ''ھا''ضمیروں کا مرجع ذکر کریں۔